برابر قائم رہی۔ وہ اس طرح کہ فقہ کی جتنی کتابیں ابتدا سے لے کر آج تک لکھی گئی ہیں، ان سب میں کتاب السیر کا باب ضرور ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ سترھویں صدی عیسوی میں مرتب کی جانے والی فتاویٰ عالم گیری میں بھی اس پر ایک باب ہے۔

● بعض مستشرقین کے خیال میں 'اسلام میں غیر جانب داری کا تصور نہیں' ہے۔ اس وجہ سے اسلام دُنیا کو 'دارالاسلام' اور 'دار الحرب' کے دو متحارب بلاکوں میں تقسیم کرتا ہے اور ان کے درمیان کسی تیسرے بلاک کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا۔ یہ نظریہ ایک مستشرق مجید قدوری نے Islamic Law for War and Peace (۱۹۵۵ء) میں پیش کیا۔ اسی طرح برنارڈ لیوس نے بھی Political Language of Islam (شکاگو یونی ورسٹی، ۱۹۸۸ء) میں اس خیال کا اظہار کیا اور اسلام کو ایک استعماری نظام کے طور پر پیش کیا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے ان مستشرقین کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ بون یونی ورسٹی میں پیش کردہ ڈاکٹر صاحب کے مقالے کا عنوان ہی 'اسلام کے بین الاقوامی تعلقات میں غیر جانب داری کے اصول' تھا جس کے بعد مستشرقین کے مذکورہ بالا نظریات خود ہی بے بنیاد ٹھیرتے ہیں۔

● ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے خیال میں گو کہ اسلام کا پیغام عالمی و آفاقی ہے، جس کا تقاضا پوری دنیا میں اللہ کے دین کا غلبہ اور اس کے نظام کا قیام ہے، تاہم اس کا مطلب غیر مسلم ریاستوں کے حقِ بقا کی نفی نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں اسلام کے نظریۂ سیر میں ریاستوں کے پُرامن بقائے باہمی کا وہ اصول تسلیم کیا گیا ہے، جو آج کے بین الاقوامی تعلقات کی بنیاد ہے اور ڈاکٹر حمید اللہ نے اس تصور کو اہل علم اور اہل مغرب کے سامنے پورے استدلال سے پیش کیا ہے، جس نے جدید نظریۂ سیر پر گہرے اثرات ڈالے ہیں۔

● ایک اور مسئلہ جو بعض مستشرقین کی طرف سے پیش کیا گیا، یہ ہے کہ دنیا کے باقی قوانین کے برعکس اسلامی قانون کا دائرہ اختصاص اور اس کی علاقائی حدودِ عمل متعین نہیں ہیں۔ یہ ایک شخصی قانون ہے جو دنیا کے ہر خطے میں رہنے والے مسلمانوں پر لاگو ہوتا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے بہت مدلل انداز میں اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ اسلامی قانون جہاں شخصی قانون ہے، وہیں یہ ایک متعین علاقائی دائرۂ اختصاص بھی رکھتا ہے۔ ایک اسلامی ریاست اپنے فوج داری وتعزیری

قوانین صرف انھی لوگوں پر نافذ کرسکتی ہے، جو اس کے اپنے حدودِ عمل میں رہتے ہیں۔ ریاست کے حدودِ عمل کا متعین حدودِ ارض تک ہونے کا جو تصور ڈاکٹر حمید اللہ نے پیش کیا ہے، وہ درحقیقت معاصر سیاسی فکر، یعنی علاقائی اقتدارِ اعلیٰ (Territorial Sovereignty) کی ایک بازگشت ہے۔ اس سے اسلامی ریاست ان اُلجھنوں اور اشکالات سے بچ جاتی ہے، جو اسلامی ریاست کے ماورالحدود قرار دینے سے پیدا ہوتی ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ عصرِ حاضر میں مسلمانوں میں قانون بین الممالک کے پہلے ایسے ماہر ہیں، جنھوں نے مختلف زبانوں سے واقفیت کے سبب، مختلف قدیم، جدید قوموں اور ملکوں کے بین الممالک اصول و تصورات اور قوانین کا مطالعہ کیا اور کتابیں و مقالات قلم بند کیے۔ وہ مغرب کے قدیم و جدید قوانین بین الممالک سے اسلام کے قوانین بین الممالک کا بعض مقامات پر موازنہ و مقابلہ کر کے واضح کیا کہ اسلامی قوانین ہر لحاظ سے بہتر ہیں۔ وہ قانون بین الممالک کی تشریح میں مغرب اور امریکا کے ساتھ تاریخ اسلام اور فقہ اسلامی سے بھی استدلال کرتے ہیں، کیوں کہ وہ خوب واقف ہیں کہ مغربی اہلِ قلم عموماً اسلامی تاریخ کے محاسن کو نظر انداز کرتے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ چوں کہ مستشرقین کے طریقِ عمل و تحقیق سے خوب واقف تھے، اس لیے وہ دلائل و براہین کے ساتھ ابتدائی مآخذ کے حوالے دے کر یورپ کے پیمانۂ تحقیق ہی کے مطابق ان کو جوابات دیتے ہیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کے بقول: ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو بلاخوف و خطر دورِ جدید میں اسلام کے بین الاقوامی قانون کا مجدّد اور مؤسسِ نو قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگر امام محمد بن حسن شیبانی قدیم علم السیر کے مؤسسِ اوّل اور مدون ہیں تو ڈاکٹر حمید اللہ یقیناً جدید بین الاقوامی اسلامی قانون کے مؤسس و مدوّن ہیں اور ۲۰ویں صدی کے شیبانی کہلائے جانے کے بجا طور پر مستحق ہیں''۔